ترکِ موالات شرعاً برحق ہے

تقریر

شبیر احمد عثمانی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ

ترکِ موالات

پر

زبردست تقریر

جو

حضرت مولانا الفاضل العلامہ مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی نے
جمعیۃ علمائے ہند دہلی کے اجلاس میں پڑھی تھی اور جسے حاضرین
نے نہایت شوق و رغبت سے سُنا اور بیحد پسند کیا

حسب فرمائش ناظم جمعیۃ علمائے ہند

باہتمام منشی عبد الحمید صاحب

حمیدیہ پریس دہلی میں طبع ہو کر تحفۂ ناظرین ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ واصحابہ اجمعین والعاقبۃ للمتقین اما بعد معزز صدر اور حضرات علمائے کرام اور حاضرین والا مقام جلسوں کی شریعت کا حکم یہ ہے کہ میں سب سے پہلے آپکے اس احسان کا شکریہ ادا کروں۔ جو آپنے مجھ پر اس مجلس علماء و فضلاء میں بولنے کی اجازت دینے سے کیا ہے۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ شکر کا مفہوم خاص زبان تک محدود نہیں اگر کوئی شخص کسی پر احسان کرے تو اُسکا شکریہ دل سے۔ زبان سے ہاتھ پاؤں سے۔ غرض افعالِ قلوب اور افعالِ جوارح میں سے ہر ایسے فعل سے ادا ہو سکتا ہے جو محسن کے مقابلہ میں شاکر کی ممنونیت کا اعلان کرتا ہو۔

اسلئے آپ کے احسان کا شکریہ ادا کرنے میں جب یہ حقِ انتخاب میرے لیے ہوا کہ میں جس طریقہ سے پسند کروں قضائے حقِ شکر سے سبکدوش ہو جاؤں تو میں اپنی اصل فطرت اور وقت کی قلت اور سب سے بڑھ کر اُس اعلیٰ و ارفع سطح نظر کی اہمیت کو (جس نے مجھے اور آپکو یہاں جمع کیا ہے) محسوس کرتے ہوئے ہمیشہ کے لئے یہ جتلا دینا چاہتا ہوں کہ اب ہم مسلمانوں کے پاس یورپ کی تقلید کے لیے اتنا فضول وقت نہ بچنا چاہئے جسمیں ہم ضروری مقاصد کو چھوڑ کر محض رسمی اور زبانی شکریوں کی نمائش کیا کریں ہم مسلمانوں کو اور خصوصاً علمائے اُمت کو اپنی مجالس عامّہ و خاصّہ میں تتبع کرنا چاہیے قرونِ اولیٰ کی سادہ اور بے لوث مجالس کا۔ ان کی مختصر مگر پُر مغز تقریروں اور طویل و عریض سلسلۂ عمل کا۔ انکی مشاورت اور مبادلہ آرا کے بہترین اصول کا۔ اُن کی نہایت ہی مخلصانہ تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کا اُن کے امر بالمعروف نہی عن المنکر اور اصلاح ذات البین کی مفید اور سنجیدہ گفتگوؤں کا۔ غرضکہ اللہ جل شانہ کے اس مطرد و منعکس ارشاد پر پوری پوری طرح عمل کرنے کا۔

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ

اُن کی اکثر مجالس میں کوئی بھلائی نہیں بجز اُس شخص کے جو امر کرے خیرات کا یا کسی اچھی بات کا یا اصلاح ذات البین کا۔

اے حضرات علمائے کرام! میں نہ کوئی خطیب ہوں نہ انشار پرداز۔ اور نہ گویائی کی کوئی ایسی ممتاز قوت رکھتا ہوں جس سے آپ حضرات محروم ہوں بلکہ اگر آپ کا حکم نہ ہو تو میں اس سے زیادہ

ایک لفظ بھی بولنا نہیں چاہتا جو میرے جدّ بزرگوار خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے منبر پر فرمایا تھا کہ

اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّکُمْ اِلٰی اِمَامٍ فَعَّالٍ اَحْوَجُ مِنْکُمْ اِلٰی اِمَامٍ قَوَّالٍ۔	اے لوگو! یقیناً تم کو بہت زیادہ کلام کرنیوالے پیشوا سے بڑھ کر بہت زیادہ کام کرنے والے پیشوا کی ضرورت ہے۔

مگر جب آپ نے مجھ جیسے ناکارہ کو اس جگہ کھڑے ہونے کی اجازت دی ہے تو میرا فرض ہے کہ اپنی اور آپ کی بلکہ روئے زمین کے سارے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہنے والے مسلمانوں کی فلاح سے متعلق۔ شرعی حیثیت سے جو میری معلومات اور خیالات ہیں اُن کو بلا کم و کاست آپ کے سامنے رکھدوں اور اس کی بالکل پرواہ نہ کروں کہ حق کی آواز سُننے سے حضور وایسرائے بہادر مجھ سے برہم ہو جائیں گے۔ یا مسٹر گاندھی۔ یا علی برادران۔ یا اور کوئی ہندو یا مسلمان مجھ سے بگڑ بیٹھے گا۔ اگرچہ اپنے بھائیوں سے مجھے ایسی توقع نہیں۔

اے حضرات! آج وہ وقت ہے کہ ہم میں سے ہر ایک فرد کو جماعتِ اسلام کی حقیقی خیر خواہی میں اپنی شخصی عزت اور عارضی وجاہت و مقبولیت سے قطع نظر کر لینا چاہئے۔ آلِ عثمان کے بڑے بڑے سردار اور خلافتِ رسول کے سب سے بڑے مسند نشین کی عزت و شوکت جب خاک میں ملا دی جائے تو آپ کی عزت و وجاہت کس شمار میں ہے۔ تھریس اور سمرنا کے مسلمان زن و مرد جب بے آبرو کئے گئے ہوں تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ بے آبرو نہیں ہوئے۔

جس قوم نے عراق۔ شام۔ فلسطین۔ تھریس۔ ایشیائے کوچک۔ اور قسطنطنیہ کے لاکھوں مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔ تمام دُنیا کی مقدس ترین مساجد کو خلیفۃ المسلمین کے ہاتھوں سے چھینا۔ اور اس چھیننے کے لئے جو جنگ کی گئی۔ اُس کو کروسیڈ (صلیبی جنگ) سے تعبیر کیا۔ مکہ اور مدینے پر اسلام کے ایک ایسے باغی کی حکومت قائم کرائی جس کے حکم سے اُس خانۂ خدا اور آرامگاہِ مصطفےٰ کی بے حرمتی ہوئی اور جس حرم امن سے ایک ادنیٰ جانور کا پکڑنا بھی گناہ ہے وہاں سے بہتیرے غریب الوطن پرستارانِ خدا کو گرفتار کر لیا گیا۔

پھر یہی نہیں کہ جو کچھ گذرنا تھا گذر گیا۔ بلکہ اس منٹ تک بھی جبکہ میں یہ سطریں

لکھ رہا ہوں اُس قوم کی ہوسِ ملک گیری اور درندگی میں کچھ کمی نہیں آئی - اُسکی توپیں ابھی تک دجلہ اور فرات کے دہانوں پر خاموش نہیں ہوئیں - اُسکے ہوائی جہازوں نے ابھی تک عراق وغیرہ کے کلمہ پڑھنے والوں کو پناہ نہیں دی -

اگر واقعی ہندوستان کے مسلمان سمجھتے ہیں کہ ایسی قوم ہماری جان و مال اور عزت و آبرو کی محافظ ہے - اس لیے ہمیں اُس کے مقابلہ پر کچھ ہاتھ پاؤں ہلانے کی ضرورت نہیں - تو میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ اسلام کی حقیقت اور اُس مضبوط رشتہ اتحاد و اخوت سے محض جاہل یا غافل ہیں جس نے جاہلیت کی تمام رسوم محالفت و مواخاۃ کو اُٹھا کر شرق و غرب کے مسلمانوں میں ایک خالص روحانی برادری قائم کی - اللہ جلشانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کو آپ بار بار پڑھیے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ + اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ + اَلْمُؤْمِنُوْنَ یَدٌ عَلٰی مَنْ سِوَاهُمْ اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَرَجُلٍ وَّاحِدٍ اِنِ اشْتَکٰی عَیْنُهٗ اِشْتَکٰی کُلُّهٗ + وَاِنِ اشْتَکٰی رَاْسُهٗ اِشْتَکٰی کُلُّهٗ - یہ احکام سلطان المعظم سے لیکر ادنےٰ انسان تک بدون تخصیص حبشی اور رومی اور ہندی اور افغانی کے سب پر حاوی ہیں اور مغرب کے مسلمان پر اگر کوئی ظلم ہو تو مشرق کے مسلمان پر اُسکی حمایت و نصرت ہر ممکن طریق سے واجب ہے -

بہت دنوں تک ہندوستان میں یہ بحث ہوتی رہی کہ ہندوستانی رعایا اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان کچھ ایسے معاہدات ہیں - جنکی بنا پر یہاں کے مسلمان انگریزوں کے مقابلے میں دوسری جگہ کے مسلمانوں کو مدد دینے سے معذور ہیں - اور ان حضرات کا استدلال اس آیت کے عموم الفاظ سے تھا وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْکُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰی قَوْمٍ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ -

میں علماء کے اختلافات کا فیصلہ کرنے کی لیاقت نہیں رکھتا - ہاں یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ اب ان اختلافات کا فیصلہ خود برٹش گورنمنٹ نے کر دیا ہے پچھلے زمانہ کو چھوڑ کر اُس نے جو عہد ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ ترکی حکومت کے

برسرِ جنگ ہونے کے وقت کئے تھے اُن کا جو حشر ہوا وہ اس وقت آپکے سامنے ہے۔ اگر وہ وعدے ایسی بے دردی سے فراموش نہ کردئے جاتے جن پر مغرور و مفتوں ہوکر بہت سے ناعاقبت اندیشوں نے اپنے ہم مذہبوں کو تباہی کی طرف دھکیلا۔ تو آج آپ کا اور ہمارا اجتماع اس ہئیتِ کذائی سے نہ ہوتا۔ اور نہ آج ساری دنیا کے مسلمان مصائب کے اس اضطراب انگیز طوفان میں غلطاں و پیچاں نظر آتے۔

بہرحال اب ہم کو یہ شکوہ نہیں رہا کہ دوسروں نے ہمارے ساتھ ایسا کیوں کیا۔ بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ اب ہم کو اُن کے ساتھ بلکہ خود اپنے ساتھ کیا کرنا چاہئے۔ آپ میں سے ہر شخص غالبًا دل ہی دل میں یہ کہتا ہوگا کہ میں آپکو اس درد کا کوئی انوکھا علاج بتلاؤنگا یا کوئی نرالی تدبیر جو ہمارے مصائب کا خاتمہ کردیگی تلقین کرونگا۔ لیکن میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ اس انتظار کی تکلیف نہ اٹھائیں۔ میں آپ سے صرف ایک ایسی چیز کے حاصل کرنے کو کہونگا جس کو آپ سمجھ رہے ہیں کہ وہ پہلے سے حاصل ہے یعنی میں مسلمانوں کو کہتا ہوں کہ وہ مسلمان ہوجائیں۔ ایمان کا دعوے رکھنے والوں سے کہتا ہوں کہ وہ اپنے اندر ایمان پیدا کریں۔ آپ شاید اس کو تحصیل حاصل قرار دیں مگر میں فی الحقیقت آپکو خدا کا یہ کلام سُنا رہا ہوں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنزَلَ مِن قَبْلُ	اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اُسکے رسول پر اور اس کتاب پر جو اُسنے اپنے رسول پر نازل فرمائی اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل کی

ایمان باللہ کے یہ معنی نہیں کہ آدمی محض زبان سے اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کا دعوی کرے اور جب اس اٰمَنْتُ کی آزمایش کا موقع آئے تو خدا کے روبرو جھوٹا ثابت ہو۔ اگر ایمان باللہ کا مصداق صرف اتنا ہی ہوتا تو انبیاء کی زبانی منافقین اسقدر رسوا نہ کئے جاتے اور نہ جہنم میں سب سے نیچے کا طبقہ اُن کا مسکن بنایا جاتا۔ اور نہ حق تعالےٰ یوں فرماتے

الٓمّٓ أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ	کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ محض آمنا کہنے پر چھوڑ دئے جائیں گے اور ان کی آزمایش نہ ہوگی

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ۔

حالانکہ ہم نے اُن سے پہلے لوگوں کا امتحان کیا ہے تو ضرور ہی کہ جانچ کریگا اللہ اُنکی جو سچ بولتے ہیں اور اُن کی جو جھوٹے ہیں۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بہت سے لوگ ایسے تھے جو زبان سے کلمہ پڑہتے تھے اور بجائے خود وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم مسلمان ہیں۔ لیکن جب کوئی تکرار او نزاع پیش آتی تو وہ بجائے کتاب اللہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اپنے معاملات کفار کے پاس لیجانے کو پسند کرتے تھے تاکہ وہ اُن کے حسب خواہش فیصلہ کردیں۔ ایسے لوگوں کی نسبت حق تعالیٰ نے فرمایا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا۔

کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنکا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اُسپر جو آپکی طرف نازل کیا گیا۔ اور اُسپر جو آپسے پہلے نازل کیا گیا تھا ایمان رکھتے ہیں (اور پھر بھی) وہ یہ چاہتے ہیں کہ اپنے نزاعات کو شیطان کیطرف لیجائیں حالانکہ اُنکو حکم دیا گیا ہے اُس سے بیزار رہنے کا۔ اور شیطان چاہتا ہے کہ اُنکی گمراہی کو بہت دُور تک پھیلاتا چلا جائے اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اُس چیز کیطرف بڑھو جو خدا نے نازل کی اور رسول کیطرف (جسے خدا نے بھیجا) تو تم منافقین کو دیکھو گے کہ وہ تم سے اعراض کرتے ہیں۔

اب آپ دیکھ لیجئے کہ کتنے مسلمان ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور انہوں نے اپنے معاملات کی باگ کفار اور شیاطین کو چھوڑ کر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کے ہاتھ میں دیدی ہے۔ انسانی قوانین اور شیطانی احکام کے آگے وہ گردنیں جھکا دیتے ہیں لیکن جب اُن کو کوئی آسمانی حکم اور قدوسی پیغام دیا جاتا ہے تو وہ تیوریاں چڑھا کر کھسکنے لگتے ہیں اے خدا کی زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے رہنے والو! کیا اُس شہنشاہِ مطلق

احکم الحاکمین کی حکومت کا حلقہ تمہاری گردنوں میں نہیں رہا جو تم نے انسانی رعب و داب سے خوف زدہ ہو کر اُس سے بغاوت پر کمر باندھی ہے۔ خوب سمجھ لو! کہ خدا کی گرفت بہت سخت ہے۔ جب اُس کی شمشیر انتقام بے نیام ہوتی ہے اور اُس کے عذاب کا کوڑا برسنے لگتا ہے تو پھر اُس کے مجرم کے لئے کہیں پناہ نہیں لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ۔ للہ مسلمان اپنے اوپر رحم کھائیں اور ازل میں جو عہد انہوں نے اپنے خدا سے باندھا ہے اُسے پورا کریں اور سب ملکر خدا کی نہ ٹوٹنے والی رسّی کو مضبوط ہاتھوں سے پکڑ لیں کہ یہ رسّی ٹوٹ تو نہیں سکتی لیکن چھوٹ سکتی ہے۔

اے حضرات مذہب اسلام ایک مکمل مذہب ہے جسمیں قیامت تک پیش آنے والی ضرورتیں مسلمانوں کو سمجھا دی گئی ہیں۔ کوئی حالت سختی اور آسانی کی ایسی نہیں جسکا بیان کسی نہ کسی طور سے خدا کی کتاب اور اس کے رسول ؐ کے کلام میں نہ ہو۔ اور ہماری سہولت کے لئے فقہاء مجتہدین رضی اللہ عنہم نے کتاب و سنت سے بیشمار احکام مستنبط کر کے اپنی کتابوں میں درج فرما دئے ہیں۔ اس لئے یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ اسلام کی جو ضروریات مہمہ اس وقت پیش نظر ہیں اُن کے متعلق کوئی حکم اور کوئی تبصرہ حق تعالیٰ کے کلام میں نہ ہو۔

قرآنِ حکیم نے فتح و نصرت۔ اور ہزیمت و مغلوبیت کے سب اسباب اپنے معجز بیان طرز میں بتلا دئے ہیں۔ اُس نے بہ بانگِ دہل یہ اعلان کیا ہے کہ کوئی قوم اُس وقت تک ذلیل و خوار نہیں ہوتی جب تک وہ خود اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے۔ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کرتے ہیں۔ اس لئے بجائے اسکے کہ ہم دشمنوں کے مظالم شمار کریں اُن مظالم کا محاسبہ کرنا چاہیے جو ہم نے خود اپنے اوپر نازل کئے ہیں۔ تنبیہاً عرض کرتا ہوں کہ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں غالباً دو مرتبہ لشکر اسلام کو کفار کے مقابلے میں ہزیمت ہوئی ہے وہ بھی عارضی۔ ایک غزوہ احد میں جبکہ تیر اندازوں کی جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدول حکمی کی۔ اور آپس میں مختلف

ہو گئے۔ اور دوسرے غزوۂ حنین میں جبکہ اُن کو اپنی کثرتِ تعداد پر غرور ہوا۔ اور وہ یہ سمجھے کہ ہمارا اتنا بڑا لشکر کسی طرح مغلوب نہیں ہو سکتا۔

ان دونوں مواقع میں حق تعالیٰ شانہ نے اُن کی ہزیمت کو نہ تو فوج کی کمی سے منسوب کیا۔ نہ اُن کی بے سروسامانی سے اور نہ اُن کے دشمنوں کی شان و شکوہ سے۔ البتہ قرآنِ مجید میں اُحد کے متعلق تو یہ فرمایا۔

حَتّٰۤی اِذَا فَشِلۡتُمۡ وَتَنَازَعۡتُمۡ فِی الۡاَمۡرِ وَعَصَیۡتُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَرٰىكُمۡ مَّا تُحِبُّوۡنَ ؕ مِنۡكُمۡ مَّنۡ یُّرِیۡدُ الدُّنۡیَا وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ یُّرِیۡدُ الۡاٰخِرَةَ ۔	تا آنکہ جب تم نے بزدلی کی اور امر دینی میں جھگڑنے لگے اور عدول حکمی کی اسکے بعد کہ اللہ نے تم کو وہ چیز دکھلائی جسکو تم پسند کرتے ہو۔ تم میں سے بعض وہ ہیں جو دنیا کو طلب کرتے ہیں اور بعض وہ ہیں جن کو آخرت مطلوب ہے۔

اور حنین کے بارے میں یہ ارشاد ہوا۔

وَیَوۡمَ حُنَیۡنٍ اِذَا اَعۡجَبَتۡكُمۡ كَثۡرَتُكُمۡ فَلَمۡ تُغۡنِ عَنۡكُمۡ شَیۡـًٔا وَّضَاقَتۡ عَلَیۡكُمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ ثُمَّ وَلَّیۡتُمۡ مُّدۡبِرِیۡنَ	اور حنین کے دن جبکہ تمہاری کثرت نے تمہیں مغرور بنا دیا پھر وہ کثرت تم کو کچھ بھی مستغنی نہ کر سکی اور تم پر زمین باوجود وسعت کے تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔

اے حضرات آپ صحابہ کے ایمان و تقویٰ اور صبر و ثبات کو دیکھ لیجئے۔ اور یہ بھی کہ اُن کے درمیان خدا کے پیارے رسول جلوہ افروز تھے۔ مگر ایک تھوڑی سی بے اعتدالی سے تمام مسلمانوں کو ہزیمت اُٹھانی پڑی۔ پس آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ ہم میں وہ کتنے اجزاء قوۃ ایمانیہ اور عمل صالح اور طاعۃ ربانی کے باقی ہیں جنکی وجہ سے خدا ہم کو اپنا دوست قرار دے۔ اور اپنے دشمنوں کے ہاتھ سے سزا نہ دلائے۔

میرا مشورہ سب سے پہلے یہ ہے کہ تمام علماء ملکر مسلمانوں کو اپنے اپنے حلقۂ اثر میں فشل (بزدلی) تنازع (نااتفاقی) اور عصیان (نافرمانی) اور اعجاب اور غرور سے بچانے کی کوشش کریں۔ اور اُن کا شیرازہ مجتمع کریں۔ اور جو اختلافات خود علماء میں ہوں اُن کو

اخلاص اور صاف دلی سے آپس میں طے کرلیں۔

اگر آپ ایسا کرینگے تو میں سچ کہتا ہوں کہ یہ وہ ہتیار ہے جسکے آگے کوئی ہتیار نہیں چل سکتا کسی قوم کی فتح وظفر کے دو ہی طرح کے سامان ہو سکتے ہیں۔ مادی۔ یا روحانی۔ اور وہ دونوں وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ میں داخل ہیں۔ پس اگر دوسری قوموں کے جواب میں کوئی مادی طاقت آپ مہیا نہیں رکھتے تو روحانی طاقت اپنے اندر پیدا کیجیے تاکہ خدا کے فرشتے آسمان سے تمہاری مدد کو پہنچیں۔

انہیں روحانی اسلحہ میں سے ایک وہ ہتیار ہے جسکو ترک موالاۃ یا ترک تعاون سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ ترک موالاۃ کی تحریک انشاء اللہ یقیناً مؤثر ہے۔ بشرطیکہ قوم متفق ہو کر اُسکو انجام دے۔ اگرچہ سیاسی اور مذہبی حیثیت سے اس میں بہت سے شبہات بھی پیدا کئے گئے ہیں۔ لیکن جسقدر اس مسئلہ پر نکتہ چینی کی جارہی ہے اُتنی قدر وہ زیادہ واضح اور قوی ہوتا جاتا ہے۔

جو لوگ اس تحریک کی مخالفت کر رہے ہیں خواہ سمجھکر یا ناسمجھی سے ہم اُن کے بھی ایک طرح ممنون ہیں کہ اُن کے اعتراضات کی وجہ سے اس مسئلہ پر اپنی معلومات بڑھانے کا ہمیں اور زیادہ موقعہ ملتا ہے۔

اتنا ہوں تیری تیغ کا شرمندۂ احساں　　سر میرا ترے سر کی قسم اُٹھ نہیں سکتا

چند روز ہوتے علیگڈھ کالج کے طلباء کی درخواست پر میرے واجب الاحترام استاد شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دامت برکاتہم نے اس مسئلہ کے متعلق ایک تحریر مرتب کرکے بھیجی تھی۔ جو شائع بھی ہوگئی ہے۔ اُسکے بعد بعض علماء کے مضامین دیکھ کر مجھے مناسب معلوم ہوا کہ آج اُسکی قدرے توضیح کردی جائے۔

میری غرض اُس سے اہل فہم وانصاف کو مطمئن کرنا ہے۔ کیونکہ بحث اور رد و کد سے بجز اسکے کچھ نتیجہ نہیں کہ نا اتفاقی اور اختلاف کو اور ترقی ہو۔

آجکل سب سے زیادہ جو غلط فہمی پھیل رہی ہے وہ یہ ہے۔ کہ "ترک موالاۃ" دوستی اور محبت چھوڑنے کا نام ہے لیکن تعلقات اور معاملات کا چھوڑنا اسمیں داخل نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ موالات کے لغوی معنی باہم ایک دوسرے کو ولی بنالینے کے ہیں - اور ولی کے معنی قاموس اللغۃ میں دیکھ لیجیے - دوست کے بھی ہیں - اور ناصر و مددگار کے بھی ہیں - اور قریب کے بھی - اور متصرف کے بھی - اب دیکھنا یہ ہے کہ آیاتِ موالات میں ان میں سے کس معنی کا قصد کیا گیا ہے - امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ جنکی تفسیر کو ام التفاسیر کہنا چاہیے - اولیا کی تفسیر اعوانًا و انصارًا و ظہراءً سے فرماتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ موالاتِ ممنوعہ کے معنے معاونۃ اور مناصرۃ کے ہیں -

سورۂ ممتحنہ کی پہلی آیت سب جانتے ہیں کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضؓ کے واقعہ میں نازل ہوئی - یہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک تھے - لیکن انہوں نے ایک دنیوی مصلحت کے لئے مدینۂ منورہ سے کفارِ مکہ کو ایک پوشیدہ خط لکھا جس میں یہ تہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا لشکر تم پر اندھیری رات اور ایک امنڈنے والے سیلاب کی طرح ٹوٹنے والا ہے تم اپنے بچاؤ کا انتظام کرلو -

واقعہ طویل ہے - حاصل یہ ہے کہ وہ خط رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے راستہ میں پکڑ لیا گیا - اور حضرت حاطب بحیثیت ایک مجرم کے جناب رسالتمآب میں حاضر کئے گئے آپ نے اُن سے وجہ دریافت کی - انہوں نے عرض کیا کہ میں اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان رکھتا ہوں - نہ میں دینِ حق سے پھرا ہوں - اور نہ کفر سے راضی ہوا ہوں - بات صرف اتنی ہے کہ مکہ میں میرے اہل وعیال تنہا تھے میرا کوئی خاندان وہاں نہ تہا جو اُنکی حفاظت کرتا - خط لکھنے سے میری غرض یہ تہی کہ کفارِ مکہ میرے اہل وعیال کے بارہ میں میری کچھ رعایت کریں - اور یہ میں یقین رکھتا تہا کہ اللہ ضرور اپنے وعدے کو جو اپنے رسولؐ کے ساتھ کیا ہے پورا کریگا - اور میرا خط اُن لوگوں کو خدا کی سزا سے نہیں بچا سکتا -

ان واقعات کو پڑھ کر آپ بتائیے کہ کیا حضرت حاطبؓ کو کفار کے ساتھ واقعی محبت قلبی اور دوستانہ تعلق تہا - کوئی شخص ایک صحابی بدری کی نسبت یہ یقین نہیں کرسکتا - البتہ ایک ظاہری معاملہ معاونۃ کا انہوں نے کفار کے ساتھ ایسا کیا تہا جو ایک

رفیق وشفیق کے ساتھ کرتا ہے اسپر یہ آیت نازل ہوئی ؎۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ ۔

اے مسلمانو! میرے دشمن اور اپنے دشمن کو یار مددگار مت بناؤ۔ پیغام بھیجتے ہو تم اُن کی طرف دوستی کا۔ حالانکہ وہ منکر ہوئے ہیں اس سچائی کے جو تمہارے پاس آئی ہے۔

پس بداہۃً ثابت ہوا کہ موالات صرف محبت قلبی تک محدود نہیں بلکہ ہر ایسا معاملہ اور ہر ایسی اعانت وامداد جس سے ایکدوسرے کی رفاقت مترشح ہوتی ہو موالات کے تحت میں داخل ہے۔ اگر آپ اس سے زیادہ وضاحت چاہتے ہیں تو فتح البیان میں ذیل کا واقعہ پڑھیئے۔

عن ابی موسیٰ قال قلت لعمر بن الخطاب ؓ ان لی کاتبا نصرانیا فقال مالک وله قاتلك الله وتلا هذه الاية اى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ قُلْتُ لَهُ دِينُهُ وَلِي كِتَابَتُهُ فَقَالَ لَا أُكْرِمُهُمْ إِذْ أَهَانَهُمُ اللَّهُ وَلَا أُعِزُّهُمْ إِذْ أَذَلَّهُمُ اللَّهُ وَلَا أُدْنِيهِمْ إِذْ أَبْعَدَهُمُ اللَّهُ۔ قُلْتُ إِنَّهُ لَا يَتِمُّ أَمْرُ الْبَصْرَةِ إِلَّا بِهِ فَقَالَ مَاتَ النَّصْرَانِيُّ وَالسَّلَامُ يعنى هب انه مات فما تصنع بعده فما تعمله بعد موته فاعمله الآن واستغن عنه بغيره من المسلمين

ابو موسیٰ اشعری ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر ؓ سے کہا کہ میرے پاس ایک نصرانی کاتب ہے۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ تم کو اُس سے کیا تعلق کیوں تم نے ایک مسلمان کاتب نہ رکھا۔ کیا تم نے اللہ کا یہ کلام نہیں سُنا۔ یا ایها الذین آمنوا لا تتخذوا الیهود والنصاریٰ اولیاء۔ میں نے عرض کیا کہ اُس کا مذہب اُسکے لیے ہے اور اُس کی کتابت میرے لئے۔ فرمایا میں اُن کا اکرام نہیں کر سکتا جبکہ اللہ نے اُن کی اہانت کی ہے۔ اور نہ میں اُنکی کوئی عزت کر سکتا ہوں جبکہ خدا نے اُنہیں ذلیل کیا ہے۔ اور نہ میں اُنہیں نزدیک کر سکتا ہوں جبکہ اللہ نے اُنہیں دور پھینکدیا ہو۔ میں نے عرض کیا بصرہ کا انتظام بدُون اُسکے مکمل نہیں ہو سکتا فرمایا نصرانی مر گیا تو تم کیا کروگے جو اُسکی موت کے بعد کروگے وہ اب ہی کرلو اور کسی مسلمان سے کام لیکر اُس سے مستغنی ہو جاؤ۔

میں خیال کرتا ہوں کہ ایسی ایسی صریح تفاسیر کے بعد ہر ایک سمجھدار آدمی یقین کریگا کہ ترکِ موالات اور ترکِ تعاون متقارب الفاظ ہیں۔ ہاں ترکِ تعلقات یا ترک معاملات ان دونوں میں اُن دونوں سے کچھ زیادہ تعمیم ہے۔ ہماری غرض صرف اسقدر ہے کہ جو تعلقات اور معاملات موالات اور مناصرت کے تحت میں آجائیں وہ حرام ہیں۔ اور جن تعلیم یافتہ لوگوں نے ترکِ موالات کے خلاف مضامین لکھے ہیں انکو بھی انجام کار ایک بڑا حصہ ظاہری افعال و معاملات کا موالات کے تحت میں داخل کرنا پڑا ہے۔

بلاشبہہ ترکِ موالات کا حکم ایک دائمی اور عام حکم ہے لیکن اس قوم کے مقابلے میں وہ اور زیادہ مؤکد ہوجاتا ہے جس نے علانیہ مسلمانوں پر چڑھائی کی اور انکو انکی بستیوں سے نکالا۔ اور انکے نکالنے میں مدد دی۔ ایسے ظالموں کے ساتھ کسی نرمی اور مروت اور بھلائی کی اجازت نہیں۔ چنانچہ سورۂ ممتحنہ کی یہ آیت جو علی ارجح الاقوال منسوخ نہیں ہے کفار کی اس تقسیم کو خوب ظاہر کرتی ہے۔

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔

اللہ تعالیٰ تم کو اُن لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف سلوک کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں لڑائی نہیں کی۔ اور نہ تم کو تمہاری بستیوں سے نکالا۔ بلاشبہہ اللہ انصاف کرنے والوں کو چاہتا ہے۔ خدا تو تم کو اُن لوگو کی موالات سے روکتا ہے جو تم سے دین کے معاملے میں لڑے۔ اور جنہوں نے تم کو تمہاری بستیوں سے نکالا۔ اور تمہارے نکالنے میں مدد دی۔ اور جو لوگ اُن سے موالات کریں وہی ظالم ہیں۔

بہت سے علماء جو ترکِ موالات کو ترکِ محبت کا مرادف کہتے ہیں انکا یہ خیال ہے کہ اس حکم میں کفار کی کچھ تخصیص نہیں بلکہ تمام فساق و فجار اور اہل بدع اور اہل اہوا سے بھی

محبت ترک کرنا واجب ہی ہیں کہتا ہوں کہ اگر وہ فساق و فجار وغیرہ ان حضرات کے نزدیک مسلمان ہیں تو اُنکے اسلام اور بعض اعمال حسنہ کی وجہ سے اُنسے محبت رکھنا اور فسق و فجور کی حیثیت سے مبغوض سمجھنا واجب ہی دیکھیے امام غزالی رح احیار العلوم میں یہی فیصلہ دیتے ہیں کہ

فان قلت فکل مسلم فاسلامہ طاعۃ منہ فکیف ابغضہ مع الاسلام فاقول تحبہ لاسلامہ وتبغضہ لمعصیتہ وتکون معہ علی حالۃ لوقست بحال کافر او فاجر ادرکت تفرقۃ بینھما وتلک التفرقۃ حب للاسلام وقضاء لحقہ وقدر الجنایۃ علی حق اللہ والطاعۃ لہ کالجنایۃ علی حقک والطاعۃ لک فمن وافقک علی غرض و خالفک فی اخر فتکون معہ علی حالۃ متوسطۃ بین الانقباض والاسترسال و بین الاقبال والاعراض و بین التودد الیہ والتوحش منہ

اگر تم کہو کہ ہر مسلمان کا اسلام اُسکی ایک طاعت ہے پھر اسلام کے ہوتے ہوئے ہم اُسکو کیسے مبغوض سمجھیں۔ تو میں کہتا ہوں کہ تم اسلام کی وجہ سے اُسکو محبوب اور معصیت کی وجہ سے مبغوض سمجھو گے اور اُسکے ساتھ ایسے انداز پر رہو گے کہ اگر اُس کا اور ایک کافر کا موازنہ کرو تو تم دونو میں فرق پاؤ گے۔ اور یہ فرق اسلام کی محبت اور اُس کا حق ادا کرنے کی وجہ سے ہی۔ اور اللہ کے جرم اور اُس کی فرمانبرداری کو اپنے جرم اور فرماں برداری کی طرح سمجھو۔ جو شخص تمہاری ایک غرض میں موافق اور دوسری میں مخالف ہو تو تم اُس کے ساتھ ایک توسط کی حالت پر رہو گے کہ نہ پورا انقباض ہی ہوگا نہ پورا انشراح نہ پوری توجہ نہ پورا اعراض۔ نہ پورا اُنس۔ نہ پوری وحشت اُن کے بین بین ایک کیفیت ہوگی۔

بہرکیف میں پھر اپنے مطلب اصلی کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ ترک موالات مع الکفار ضروری ہے اور ہمیشہ سے ضروری ہے۔ یہ کوئی جدید حکم نہیں البتہ اسکی بعض جزئیات برحسب ضروریات زمانہ علمار نے مشتبہ کر دیا ہے۔

مروجہ انگریزی تعلیم جس کا اثر یہ ہے کہ مسلمان طلبہ نصرانیت کے رنگ میں رنگے

جائیں یا اپنے مذہب اور مذہب والوں کا مذاق اڑائیں۔ یا حکومت وقتیہ کی پرستش کرنے لگیں۔ اور وہ سرکاری ملازمتیں جن کا نتیجہ محض سرکار کی غلام بنانے والی پالیسی کو مضبوط کرنا ہو وہ سب موالات کے تحت میں ہمیشہ سے شامل ہیں۔ البتہ انگریزی حکومت کے موجودہ معاملات نے اسکو اور زیادہ شدید بنا دیا ہے۔

انگریزی تعلیم گاہوں کے متعلق ترک موالات کے سلسلہ میں ہم فی الحقیقت اُن ہی شرائط کو پورا کرانا چاہتے ہیں جنکے بعد ایک اجنبی زبان کا سیکھنا۔ اور دوسری قوموں کے علوم و فنون حاصل کرنا شرعاً جائز ہے۔ اور مسٹر محمد علی وغیرہ بہی ایک حد تک اسی کوشش میں ہیں۔

یہ بات بہت زیادہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو مسلمان قوم اپنی بدبختی سے کسی کافر قوم کے زیر حکومت آگئی ہو۔ اور اپنے ہاتھ پاؤں غیر مسلم حکمرانوں سے خوب بندھ چکی ہو۔ اُسکی قابل تاسف بیچارگی کا خیال فرما کر حق تعالیٰ شانہ نے ترک موالات کے حکم میں تھوڑی سی گنجائش بہی رکھی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً ۔	مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو اپنا یار و مددگار نہ بنائیں۔ اور جو ایسا کریگا اُسکو اللہ سے کچھ سروکار نہیں۔ مگر یہ کہ تم اُنسے اپنا بچاؤ کرتے رہو۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر اسکی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس قال نهى الله المؤمنين ان يلاطفوا الكفار ويتخذوهم وليجة من دون المؤمنين الا ان يكون الكفار عليهم ظاهرين فيظهرون لهم اللطف ويخالفونهم في	حضرت عبد اللہ بن عباس رضی نے فرمایا کہ اللہ نے مسلمانوں کو اس سے روک دیا ہے کہ وہ کفار سے ملاطفت کا برتاؤ کریں۔ اور مسلمانوں کے سوا اُن کو اپنا رازدار بنائیں مگر یہ کہ کفار اُن پر غالب آجائیں تو یہ ہو سکتا ہے کہ اظہار لطف کے ساتھ ساتھ مذہبی معاملات میں اُنکے مخالف

الدین وذلک قولہ تعالیٰ الا ان تتقوا منھم تقٰۃ	رہیں۔ اور یہی مطلب ہے خدا کے کلام الا ان تتقوا منھم تقٰۃ کا۔

اسقدر رعایت سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ترکِ موالات کی مخاطب یہ محکوم قوم بالکل نہ رہی۔ یا موالاۃِ کفار کی حرمت اصل سے جاتی رہی بلکہ الا ان تتقوا منھم تقٰۃ کا استثنا اگر منسوخ نہیں ہوا جیسے کہ بعض سلف کا قول ہے تو وہ محکوم و مقہور مسلمانوں کو محض اس سے آگاہ کرنا ہے کہ ترکِ موالاۃ میں اپنے بچاؤ کا پہلو ملحوظ رکھا جا سکتا ہے اور اسی اعتبار سے ترکِ موالاۃ کے حکم میں یہ استثنا میرے نزدیک آیۂ جہاد کے اس استثنا سے مشابہ ہوگا جو وَمَنْ یُّوَلِّھِمْ مِّنْکُمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَہٗ کے ساتھ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَۃٍ سے کیا گیا ہے۔

پس ترکِ موالاۃ کے وقت ایک محکوم و مقہور قوم کو حاکم و قاہر قوم کے مقابلے میں اپنے نفع و ضرر کا پورا پورا موازنہ کر لینا چاہیے اور جہانتک ہو سکے کوئی ایسی صورت نہ اختیار کی جائے جس سے مسلمانوں کی عام ہلاکت کا اندیشہ ہو یا وہ بحالتِ موجودہ اُن کی طاقت سے باہر یا ناممکن العمل ہو اور غالباً اسی مصلحت سے تحریکِ ترکِ موالاۃ کے حامیوں نے اُسپر عمل کرنے کے تدریجی منازل قائم کیے ہیں۔

اور شاید اسی طرح کی مصلحت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں قریش کی مقاطعت ٹوٹ جانے کی دعا فرمائی کہ اُس حالتِ ضعف و قلت و مجبوری میں اُس سے سراسر مسلمانوں کا نقصان تہا۔ اور اُس مجبوری کی وجہ سے مکہ کی زندگی میں آپکو کفار کے مقابلے پر سیف و سنان سے کام لینے کا حکم نہیں ہوا بلکہ برابر صبر اور کفِ یدہی کی تعلیم دی جاتی رہی۔

اِس موقعہ پر یہ بہی فراموش نہ کیجیے کہ نفسِ بیع و شراء و اجارہ وغیرہ معاملات الاۃ میں داخل نہیں۔ ہاں اگر بیع ایسی چیز کی کافر محارب کے ہاتھ کی جائے جس سے وہ مسلمانوں کے مقابلے پر کام لیگا۔ مثلاً ہتیار کی یا لوہے کی (جو ہتیار کا مادہ ہے) اسکو ہدایہ وغیرہ میں ممنوع لکہا ہے اور قرآن شریف میں وارد ہے کہ

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ	گناہ اور ظلم کی مدد مت کرو۔
فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِلْكَافِرِينَ	کافروں کے مددگار مت ہو۔

بہرحال جس چیز یا جس معاملہ سے کافر کی اعانت مسلمانوں کی بربادی میں ہوتی ہو۔ ان نصوص سے صراحۃً وہ ممنوع ہے۔ اب آپ حضرات للّٰہ غور فرمائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی یہودی سے جو اُس وقت مسلمانوں سے برسرِ پیکار نہ تھا اپنی زرہ رہن رکھ کر قرض لینا۔ یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فاقہ کشی کی حالت میں کسی مصالح یہودی کا باغ چند چھواروں کی اُجرت پر سینچنا۔ اسی طرح کے معاملات ہیں جیسا کہ آج انگریزی گورنمنٹ کی ملازمت کے ملازم طوعاً و کرہاً جبر و استبداد کی مشین کا ایک پُرزہ ہیں جن کو خواہی نخواہی اس اثم و عدوان اور تحکیم بغیر ما انزل اللہ کی پالیسی کا پہیہ لُڑھکانا پڑتا ہے جس سے کہ اقوام کی غلامی کا گلو گیر پھندا روز بروز تنگ ہوتا جا رہا ہے۔ اور جو ابھی ملازم نہیں ہیں مگر سرکاری کالجوں میں پڑھ رہے ہیں یا سرکاری یونیورسٹیوں کی ڈگریاں حاصل کرنے کی تمنا میں ہیں وہ بڑی جد و جہد کے ساتھ اس صناعۃ کے امیدوار ہیں جبکہ وہ اپنے ہم قوموں اور ہم وطنوں کی آزادی کو ہمیشہ کے لئے ناممکن بنانے کے قابل ہوں۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ گورنمنٹ کا سب سے بڑا کام چلانے والا آلہ سرکاری ملازم ہے۔ اور سرکاری تعلیم گاہوں کے طالب علم وہ لوہا ہیں جن سے یہ آلہ بنتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تجارتی تعلقات کا منقطع کرنا ترکِ موالات میں داخل نہیں کیونکہ ثمامہ بن اُثال حنفی رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد جب یمامہ کا غلّہ مکہ والوں کے پاس بھیجنے سے روک دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بندش کو توڑا۔

لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اسیر تھا کہ مکہ والوں نے تنگ آکر فریاد کی۔ اور یہ لکھا کہ الست تامر بصلۃ الرحم وانک قد قطعت ارحامنا۔ وقد قتلت الاباء بالسیف والابناء بالجوع۔ پس اس قسم کی صلہ رحمی کو جو ایسی ضیق اور عجز کے اظہار کے بعد کی جائے کون حرام کہتا ہے۔ ہم تو اُن تجارتی تعلقات کو بند کرنا چاہتے ہیں جن سے یوروپ کے سرمایہ داروں کے پیٹ اتنے بڑے ہوئے ہیں

کہ اُن کی جوع البقر نے تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو ہضم کر لینا چاہا ہے۔ مجھے امید ہے کہ حکومت اور تجارت کا باہمی تعلق جو یوروپ و امریکہ وغیرہ کے حکمرانوں کو عرصۂ دراز سے آپس میں ٹکرا رہا ہے۔ آپ اس سے تجاہل نہ برتیں گے۔

میں تو یہ کہتا ہوں کہ خواہ تجارتی تعلقات کا انقطاع ترک موالات کے تحت میں آئے یا نہ آئے لیکن اس زمانہ میں وہ اَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ کے بہت بڑے افراد میں سے ہے۔ اور اسلئے جسقدر استطاعت ہو اس میں کوشش ہونی چاہیے۔ اگر نیک نیتی سے ایسا کیا گیا تو عجب نہیں کہ آپ کی یہ کوشش اس کوشش کی نوع میں داخل ہو جائے جس کے ذیل میں غزوۂ بدر واقع ہوا۔ میری آرزو ہے کہ آپ **زاد المعاد** وغیرہ میں ان سرایا کا حال ضرور پڑھیں جو بدر سے پہلے تجارتی قافلوں کے مقابلہ پر بھیجے گئے اور جو آخرکار اس سب سے زیادہ مبارک غزوۂ بدر پر منتہی ہوئے۔

بہر حال ہمارا مقصد یہ ہے کہ تا امکان ہم ظالموں کے بازوؤں کو قوی نہ بنائیں اور احتیاط کے ساتھ اپنے مقدور کے موافق ہر ایسا تعلق منقطع کریں جس سے اب اور آیندہ ہماری امداد اور تائید اس ظلم اور عدوان میں سمجھی جاتی ہو۔

مجھے سخت حیرت ہے کہ آجکل بہت سے علماء ان تعلقات کے قطع کرنے میں مسلمانوں کو مفلسی سے ڈراتے ہیں اور کاد الفقر ان یکون کفراً کا وعظ سنا رہے ہیں۔ حالانکہ اب سے چالیس برس پہلے جب یہی وعظ سر سید نے علیگڈھ کالج کی بنیاد رکھتے وقت کہا تھا اُس وقت تمام علماء ربانیین نے اُس پر کیا کیا فتوے دیے تھے۔ سر سید یہی تو کہتے تھے کہ اگر مسلمان اس وقت انگریزی تعلیم نہ پائیں گے تو اُن کو سرکاری ملازمتیں نہ ملیں گی۔ پھر یا تو اُن کو ہندوؤں کی غلامی کرنی پڑیگی۔ یا وہ دوسری قسم کے ذلیل افعال۔ مثل دھوکا۔ فریب۔ گداگری۔ چوری۔ ڈکیتی۔ وغیرہ کے مرتکب ہونگے۔ یا جو کچھ گھر میں سرمایہ ہوگا اُس کو چاٹیں گے۔ اور بقیہ گھر اور جائدادیں بنیوں کے حوالے کرینگے۔ وغیرہ وغیرہ

لیکن آپ کو معلوم ہوگا کہ اکابر علماء نے ایک نہ سُنی۔ اور ان اندیشوں کا شاید یہی جواب دیتے ہے کہ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللهُ

يَعِدُكُمُ مَغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا - ترجمہ شیطان تم کو افلاس سے ڈراتا ہے اور بیحیائی کا حکم کرتا ہے اور اللہ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ فرمارہا ہے) اور وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ یعنی تم اگر تنگی سے ڈرتے ہو تو اللہ تم کو جلد اپنے فضل سے غنی کردیگا۔

اخبار مشرق سے ایک مراسلہ نگار نے لکھا ہے کہ "افسوس لیڈران قوم نے اس وقت اپنے سچے خیرخواہوں کو بدخواہ اور گاندہی جیسے حقیقی دشمنوں کو خیرخواہ سمجھ لیا ہے وہ ہماری تو کیا سنیں گے اپنے مسلّم عاقل یعنی سر سید کی تعلیم کو بھی نہیں مانتے جن تعلقات کی آج یہ لوگ بیقدری کررہے ہیں۔ یہ وہ تعلقات ہیں جو سر سید نے اپنا اور اُن کا دین وایمان آبرو اور عزت بیچکر قائم کئے تھے۔ اب تم جان سکتے ہو کہ یہ تعلقات تم کو کس قدر گراں قیمت پر پڑے ہیں۔ پس یہ سخت غلطی ہوگی کہ ایسی گراں خریدی ہوئی چیز کو یوں مفت ہندوؤں کے حوالے کردو۔ اس سے زیادہ اور کیا بے عقلی ہوگی"

ان فیصلہ کُن جملوں اور خصوصاً خط کشیدہ سطر کو غور سے پڑھیے۔ یہ لوگ خود اقرار کرتے ہیں کہ جن سرکاری تعلقات کے ترک پر اس وقت زور دیا جارہا ہے وہ سر سید نے دین وایمان اور عزت وآبرو سب بیچکر خریدے تھے۔ پس اب میں اُن ہی کو حَکَم ٹھیراتا ہوں کہ کیا ایسے تعلقات کا رکھنا ایک مسلمان کو ایک منٹ کے لئے بھی جائز ہے اور کیا اب بھی اُن تعلقات کا مُوالاۃ میں داخل ہونا محلِ تردد ہے۔

مشورہ دیا گیا ہے کہ ان تعلقات کو ہاتھ سے مت جانے دو۔ اور اپنا کھویا ہوا دین وایمان واپس لینے کی کوشش کرو۔ مگر حضرت واضح رہے کہ جس چالاک گاہک کے ہاتھ یہ معاملہ ہوا ہے وہ اس قدر پاگل نہیں کہ آپ کے پاس اپنی پونجی بھی رہنے دے اور اتنی بڑی قیمت بھی واپس کردے۔ اگر اقالہ سے کام چل جائے۔ تب بھی خدا کا ہزاراں ہزار شکر کیجیے۔

بہت لوگ کہتے ہیں کہ ہندو یہ سب کوششیں سوراج حاصل کرنے کے لئے کررہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ نہ فقط ہندوؤں کا بلکہ بعض مسلمانوں کا بھی یہی مقصد ہے لیکن

آپ اس مقصد کو بُرا کیوں سمجھتے ہیں۔ اگر ہندوستان کو سوراج یعنے حکومت خود اختیاری حاصل ہو جائے تو ہندوستان کے محاصل و وسائل ہندوستان کی مرضی کے خلاف صرف نہیں کئے جا سکیں گے۔ اور عراق۔ فلسطین۔ و قسطنطنیہ پر انگریزی قبضہ بہت دُشوار ہو جائے گا۔ ورنہ اس سے بھی کیا کم کہ آیندہ مسلمانوں کے مقابلے پر ہندوستان نہ جا سکیگا۔ اس سب کے علاوہ یہ کہ ہم کو ہندوؤں کی نیت سے کیا تعرض ہے جبکہ خود ہمارا مقصد صحیح ہو۔ وطن پرستی اور قوم پرستی بیشک اسلام کی کوئی اصطلاح نہیں اور یہ اصطلاحیں شاید یوروپ سے لی گئی ہوں۔ مگر اسکے یہ معنی نہیں کہ اپنی قوم اور وطن کا تحفظ ہمارے فرائض سے خارج ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ جو ملک ایک مرتبہ مسلمانوں کے جھنڈے کے تلے آجائے اگر اُسکا ایک چپہ کفار لینا چاہیں تو بتدریج شرق سے غرب تک کل اہل اسلام پر دفاع فرض ہو جاتا ہے۔ اسلئے اگر تحفظِ ملک و قوم کے لئے مسلمان کوئی قربانی کریں تو اُسکو ہمیشہ یوروپ کی تقلید سمجھ لینا خطا ہے۔

بڑی مشکل یہ آن پڑی ہے کہ تحریکِ ترکِ موالات کے بعض مخالفین انگریزی حکومت کی کوئی تعدی تسلیم نہیں کرتے بلکہ اُس کو دُنیا کی تمام موجودہ حکومتوں سے افضل اور بابرکت سمجھ رہے ہیں۔ چنانچہ مشرق میں ایک صاحب نے لکھا ہے کہ

جو حکومت مسلمانوں کو اُن کی مذہبی شعائر میں پوری آزادی دیتی ہو اُن کے جان و مال و آبرو کی محافظ ہے۔ قرآن و رسول م کی بے حرمتی کو قانوناً جرم قرار دیتی ہو بیت اللہ و بیت الرسول کی زیارت سے نہیں روکتی اُسکے ساتھ ترکِ تعلقات کس طرح واجب ہو سکتا ہے۔ باقی شریف مکہ یا اُسکی فوج نے یا اُن کے ساتھ ملکر انگریزی فوج کے مسلمانوں نے جو کچھ مکہ اور مدینہ کی بے حرمتی کی ہے اُنکی بابت غیروں کو الزام دینا فضول ہے۔ یہ سب کچھ خود مسلمانوں کے ہاتھوں کے کئے ہوئے کام ہیں اور ہنگامہ کانپور میں جو کچھ ہوا اُسکے ذمہ دار وہ لیڈران قوم ہیں جنہوں نے گورنمنٹ کو غلط فتویٰ دیا۔"

ہندوستان میں انگریزی حکومت کو سو سال سے زیادہ عرصہ گذر

گیا مگر اس زمانہ میں مسلمانوں کے دین و مذہب پر اسکا کیا اثر ہوا اسکو سیاحان عالم سے پوچھو۔ وہ صاف کہتے ہیں کہ اس وقت ہندوستان سے زیادہ کسی جگہ کے مسلمانوں میں دینداری کی رُوح نہیں۔ اور اگر اُن کا یقین نہ آئے تو خود جاکر ترکی۔ عرب۔ مصر اور افغانستان کے مسلمانوں کو دیکھ لو کہ آزادی کی زہریلی ہوا نے اُنکے دین کو کس طرح چرلیا۔ مشاہدہ کے بعد تم خود کہوگے کہ ہندوستان سے زیادہ دینداری کسی مُلک میں نہیں "

انگریزی حکومت کا جو اثر مسلمانوں کے دین و مذہب پر ہوا اُسکو تو آپ نے دیکھ لیا کہ ہندوستان اس وقت دینداری میں اسلامی ممالک سے بھی سبقت لئے ہوئے ہے "

میں صرف اسقدر دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ عراق۔ شام۔ فلسطین اور تھریس وسمرنا کے کلمہ پڑھنے والوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کیا مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو نہیں ہے؟ کیا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ اَلْمُؤْمِنُوْنَ یَدٌ عَلٰی مَنْ سِوَاھُمْ خدا اور خدا کے رسول کا کلام نہیں۔ کیا امرتسر کے بازاروں میں رینگنے والوں میں سے کوئی مسلمان نہ تھا کیا بیت المقدس شعائر اللہ میں سے نہیں۔ کیا مکہ مدینہ میں اگر انگریزی فوج کے مسلمان گئے ہیں وہ بدوں انگریزی حکومت کے حکم کے خود بخود چلے گئے۔ کیا اُن مسلمانوں یا شریف مکہ کے مجرم ٹہرنے سے انگریزی عمال بے قصور ثابت ہوجاتے ہیں۔ کیا کانپور میں صحیح مسجد کی منہدمی معلوم ہوجانے اور چاروں طرف کے مسلمانوں کی آواز بلند ہونے کے بعد خونریزی اور گرفتاریاں نہیں ہوئیں۔

یہ صحیح ہے کہ دین کے بہت سے اجزاء میں ہندوستان کئی ممالک اسلامیہ سے فائق ہے مگو بعض اجزائے دین یعنی خدا کی راہ میں جانبازی اور سر فروشی اور اعلائے کلمۃ اللہ اور نزال عن الاسلام والمسلمین کے وظیفہ سے تقریبًا محروم ہو، لیکن یاد رکھئے کہ یہ دینداری انگریزی حکومت کی برکات میں شمار نہیں ہوسکتی۔ بلکہ چند ایسے نفوس قدسیہ کی صرف ہمت اور بذلِ قوت کا نتیجہ ہے جو اس سرزمین میں ہماری خوش قسمتی سے پیدا ہوئے۔ اور جنہوں

نے اپنی نہایت ہی خداداد قابلیت ۔ روحانی طاقت ۔ اور حیرت انگیز جرأت سے نصاریٰ اور عیسائی اقتدار کے اثر کا مقابلہ کیا ۔ ان ہی مقدس بزرگوں میں سے حضرت الشیخ الاجل مولانا حاجی محمد امداد اللہ قدس اللہ سرہ تھے جنہوں نے آخر کار انگریزی حکومت کے دائرہ سے نکلکر حرم شریف کو اپنا مسکن بنایا اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ روحہ تھے جو ایک مدت تک انگریزی حکومت کے احکام گرفتاری کے چکر میں نانوتہ اور دیوبند کا گشت لگاتے رہے اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ روحہ تھے ۔ جنہوں نے انگریزی حکومت کی برکات کو محسوس نہ کر کے چھ مہینوں تک حوالات کی کوٹھڑی میں رہنا پسند کیا ۔ اور اب سب سے آخر میں وحید العصر حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی ہیں جنکی دردانگیز داستان آپکی آنکھوں کے سامنے ہے ۔

نہایت قلق سے کہنا پڑتا ہے کہ ان سب بزرگوں کو جنکے دم سے ہندوستان میں یہ دینداری ہے ۔ انگریزی حکومت کی وہ برکات محسوس نہ ہوسکیں جنکا ہمارے دوست اس شدومد کے ساتھ دعویٰ کر رہے ہیں ۔ شاید اُن کا یہ دعویٰ بھی انگریزی حکومت کے برکات میں سے ایک برکت ہو ۔

بہت سے علمار کو یہ شکایت ہے کہ وہ مسلمان خطاب واپس کرتے اور ملازمتیں چھوڑتے ہیں مگر وہ الحاد و زندقہ ۔ فسق و فجور ۔ حب دنیا ۔ حب جاہ اور کفار کے وہ اوضاع و اطوار نہیں چھوڑتے جو اُنہوں نے یوروپ سے لئے ہیں اور جو کہ حقیقۃً موالاۃ ہیں ۔ پس مسلمانوں کو چاہیے کہ اس موالاۃ کو سب سے پہلے چھوڑیں اور اپنی صورت ۔ اپنا لباس ۔ اپنی معاشرۃ ۔ اپنے خیالات اسلامی طریقہ پر بنائیں اور اوضاع و اطوار کفار اور اُنکے خیالات سے پرہیز کریں ۔ کانفرنسوں اور کمیٹیوں کے جلسوں کی ہیأت کذائی میں یوروپ کی نقل اُتارنا ۔ اور اُنکے طرز پر استقبال اور ایڈریس اور رزولیوشن وغیرہ پاس کرنا ۔ ڈاڑھیاں منڈانا ۔ مونچھیں بڑھانا ۔ انگریزی کوٹ پتلون وغیرہ پہننا ۔ یا ہندوانہ صورتیں بنانا ۔ صوم و صلوٰۃ وغیرہ کا پابند نہ ہونا ۔ بلکہ اُس کا استہزار کرنا ۔ اپنی نجی مجالس میں بے ضرورت انگریزی بولنا یہ سب اوضاع و اطوار کفار میں داخل ہیں اور ان کا ارتکاب یقیناً موالات کفار ہے ۔ بلا شبہہ یہ امور بھی موالاۃ کے تحت میں داخل ہیں (اگرچہ موالات کا مفہوم ان میں منحصر نہیں) اور یقیناً علمار کا فرض ہے کہ وہ ترک موالات کے نظام

عمل میں ان چیزوں کو مقدم رکھیں لیکن یہ معنی نہیں کہ علمار کی کوشش محض ان ہی مفاسد کی اصلاح تک محدود ہو جائے اور وہ کسی ایسے اسلامی مسئلہ میں دخل نہ دیں جسمیں گورنمنٹ کی طرف سے کسی قسم کے خطرہ کا امکان ہو۔

بہت سے خیر خواہ ہندو مسلم اتفاق کے عواقب اور عوام الناس اور بعض لیڈروں کی اُن غلط کاریوں پر متنبہ فرما رہے ہیں جو اس اتفاق کے جوش سے پیدا ہوئی ہیں مثلاً قربانی گاؤ میں بعض جگہ تشدد و مزاحمت کیا جانا۔ یا قربانی کے جانور کو سجا کر رضا کاران خلافت کا گئو شالہ میں پہنچانا۔ یا قشقہ لگانا۔ یا ہندؤں کی ارتھیوں کے ساتھ خصوصاً "رام رام ست" کہتے ہوئے جانا۔ یا یہ کہنا کہ امام مہدیؑ کی جگہ امام گاندہی تشریف لائے ہیں۔ یا یہ کہ اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو مہاتما گاندہی نبی ہوتے۔ یا قرآن و حدیث میں بسر کی ہوئی عمر کو شارت پرستی کرنا۔ یا یہ دعا کرنا کہ اگر میں کوئی مذہب تبدیل کروں تو سکھوں کے مذہب میں داخل ہوں وغیرہ وغیرہ۔

بلاشبہہ میں بھی جب اپنی قوم کے بڑے سر برآوردہ افراد کو سنتا ہوں کہ وہ اس قسم کے محرمات یا کفریات کے مرتکب ہوتے ہیں اور وہ باتیں زبان سے بیدھڑک نکال دیتے ہیں جنکو سُنکر ایک سچے مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں تو میرا دل پاش پاش ہو جاتا ہے اور قصد کرتا ہوں کہ اس طوفان بے تمیزی کا روکنا جب اپنی قدرت میں نہیں تو ان معاملات سے بالکل یکسوئی بہتر ہے۔

مگر پھر شیطان اخرس اور لجام النار والی وعیدیں یاد آتی ہیں اور فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ امید کی ایک جھلک پیدا کرتی ہے۔ تو ناچار یہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ جو کچھ بھی ہو اپنے خیالات مسئلہ کے ہر ایک پہلو پر واشگاف طریقہ سے ظاہر کر دینے چاہئیں

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم　　　تو خواہ از سخنم پند گیر یا کہ ملال

اگر حضرات علمار نے ادھر توجہ نہ کی یا باوجود علمار کی کوشش بلیغ کے اُن حد سے گذری ہوئی خرابیوں کا کوئی انتظام نہ ہوا تو عجب نہیں کہ بہت سے نیک نیت لوگ اِن مجالس اور تحریکات کی شرکت سے برداشتہ خاطر ہو جائیں اور اس طرح تحریک ترک موالات

کو بمقاصد سے پہنچ جائے۔

میری درخواست یہ ہے کہ سب علماء افراط و تفریط سے خالی ہو کر مصالحِ اسلامیہ کی حمایت۔ اور مفاسدِ عامہ کا استیصال پوری طاقت کے ساتھ کریں۔ اور کسی معاملہ میں صرف ایک ہی طرف نہ جھک پڑیں کہ اسوقت مسلمانوں کی کشتی بہت گہرے بھنور میں ہے ناخداؤں کو پوری طرح ہوشیار اور مستعد رہنا چاہیے۔

اب مجھے صرف اسقدر اور کہنا ہے کہ ایک اولڈ بوائے صاحب کے مضمون میں جو اخبار مشرق گورکھپور کی گیارہ نومبر کی اشاعت میں انسٹیٹیوٹ گزٹ سے نقل کیا گیا تھا حضرت شیخ الہند کے فتوے ترکِ موالات پر کچھ اعتراضات کئے گئے ہیں جن میں سے بعض چیزوں کا ذکر تو بندہ کے اسی مضمون میں ہو چکا ہے اور جو بڑا جزو باقی ہے وہ والدین کی اطاعت سے متعلق ہے۔

اولڈ بوائے صاحب کی طرح ہم بھی یقین رکھتے ہیں کہ والدین کی اطاعت کو قرآن حکیم نے ضروری قرار دیا ہے۔ اور جو آیۃ آپ نے پیش کی ہے اسپر ہم یا حضرت شیخ الہند آپ سے کم ایمان نہیں رکھتے۔ اور جو صحیح بخاری کی حدیث یا در مختار اور عالمگیری کی فرع آپ نے درج کی ہیں ان سب کو بھی ہم اسی طرح مانتے ہیں (گو آپ نے عالمگیری کی بعض دوسری فروع پر نظر نہیں ڈالی) لیکن گفتگو صرف اسمیں ہے کہ اگر والدین ایک فرضِ عین کے ادا کرنے سے روکیں یا ایک محرّم کے ارتکاب کا حکم دیں۔ تو کیا اسمیں بھی اولاد والدین کی اطاعت اور خوشنودی حاصل کرنے پر مجبور ہے جس قرآن نے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا ہے اسی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ

وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا۔	اور اگر وہ دونوں تجھکو اسپر مجبور کریں کہ تو اس چیز کو میرا شریک ٹھیرائے جسکا تجھے کوئی علم نہیں تو ان دونوں کی اطاعت مت کر البتہ دنیا میں انکے ساتھ معقول طریقہ سے رہ۔

اس سے علماء نے یہ کلیہ معلوم کیا کہ خدا کی معصیت میں والدین کی اطاعت نہیں

کیونکہ خدا کا حق والدین کے حق سے مقدم ہے لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ پس اگر سرکاری تعلیم گاہوں سے طلبہ کا علیحدہ ہونا اس ترکِ موالات میں داخل ہے جس کو خدا نے فرض قرار دیا ہے تو اس میں طلبہ اسی طرح اپنے والدین کی اجازت کے محتاج نہیں جس طرح نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے میں۔ اور جس جگہ جہاد میں اذنِ والدین کو شرط بتایا ہے وہ اسوقت ہی جبکہ جہاد فرض علی الکفایہ ہو۔ اگر فرض عین ہو جائے تو اسمیں بھی اذن شرط نہیں۔ اسی بنا پر حضرت شیخ الہند نے ترکِ موالات کو تو اجازتِ والدین پر موقوف نہیں رکھا مگر اسکی تبلیغ میں حقوق والدین کی رعایت فرمائی ہے کیونکہ ترکِ موالات کی طرح اسکی تبلیغ فرضِ عین نہیں۔ بلکہ فرض علی الکفایہ ہے۔

اولڈ بوائے صاحب کو پہلے اسی میں کلام کرنا چاہیئے تھا کہ تعلیم گاہوں کا مقاطعہ ترکِ موالات کے تحت میں داخل ہے یا نہیں۔ کیونکہ اگر جواب اثبات میں ہو تو پھر آپ کی یہ سب تطویل لاطائل ہوگی۔

اولڈ بوائے صاحب کو واضح ہو کہ آیۃ قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ الآیہ حضرت مولانا نے اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش نہیں کی بلکہ جو ضعیف القلب طلبہ والدین کی نافرمانی یا ان سے انقطاع کا تصور باندھ کر متوحش ہوتے تھے انکی ہمتوں کو قوی کرنے کے لئے یہ آیۃ لکھی گئی ہے تاکہ وہ سمجھیں کہ ایک فرضِ عین کے انجام دینے میں ماں باپ یا کسی قریب سے قریب رشتہ دار کی خفگی سے ملول نہیں ہونا چاہیئے۔

آخر میں مجھے اسقدر اور عرض کرنا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے مظالم مسلمانوں پر انگریزوں سے کم نہیں۔ اور وہ آرہ شاہ آباد۔ کٹارپور وغیرہ کے دردناک واقعات کو یاد دلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ترکِ موالات نصاریٰ کی طرح ہندوؤں سے بھی ہونا چاہیئے کیونکہ وہ بھی قَاتَلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ میں داخل ہیں۔

اس خیال کی صحت کو ایک حد تک میں تسلیم کرتا ہوں لیکن اسقدر گذارش ہے کہ کٹارپور وغیرہ کے تلخ واقعات کے بعد ہندوؤں کے ممتاز لیڈروں اور جمہور نے یہ عہد کیا ہے کہ آئندہ اس طرح کے واقعات کو ناممکن بنانے میں پوری پوری کوشش

کیجائیگی اس لیئے جب پچھلی کارروائیوں پر اظہارِ تاسف کر کے انہوں نے ہماری طرف مصافحت کا ہاتھ بڑھایا۔ اور تحفظِ خلافت کے اہم معاملہ میں ان کی مصالحت سے ہمیں ایک بڑی تائید حاصل ہوئی تو ہماری قوم کے بہت سے افراد اور اعلام نے بھی ان کے ساتھ مصالحت اور رواداری کی روش اختیار کر لی اور مبرّۃ و اقساط سے پیش آنے میں حرج نہیں سمجھا۔ کیونکہ قرآن شریف میں ہے۔

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔	اگر وہ مصالحت کے لیئے جھکیں تو تم بھی جھک جاؤ اور خدا پر بھروسہ رکھو۔

اور یہ خیال کہ ہندو ہم کو اس مصالحت کے پیرایہ میں دھوکا دیں گے اگرچہ ممکن ہے درست ہو جائے مگر جب تک ان کا کوئی فریب اور بدعہدی ثابت نہ ہو یہ احتمال نکالنا اس قوم کی پوزیشن پر ایک حملہ ہے جسے وہ آپ پر بھی لوٹا سکتے ہیں۔ بہرحال ہمکو حق تعالےٰ کی اس قسم کی تسلی آمیز ہدایات پر اطمینان رکھنا چاہیئے۔ کہ

وَاِنْ یُّرِیْدُوْا اَنْ یَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ	اگر وہ لوگ تم کو دھوکا دینا چاہیں گے تو خدا تمہارے لیئے کافی ہے۔

اگر کہا جائے کہ انگریزوں سے مصالحت اور موافقت کرنے میں پھر کیا چیز مانع ہے تو خوب سمجھ لیجئے کہ یہ قوم فی الحال مسلمانوں کی جماعتوں سے عراق وغیرہ میں برسرپیکار ہے اور مسلم اقوام کی آزادی کا خون کرنے میں اس کی تلوار اس وقت بھی بے دریغ چل رہی ہے۔ اس وقت تک اس سے مسلمان قوم نے قواعدِ اسلام کے موافق کوئی جائز صلح نہیں کی۔ ایسی صورت میں مسلمانوں کی موافقت اس سے کس طرح ممکن ہے۔

مسلمان بیشک اس سے مصالحت اور رواداری کا برتاؤ کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اپنے حسبِ عہد کے موافق خلافتِ اسلامیہ اور ان مقاماتِ مغصوبہ سے ہاتھ اٹھا لے جن کے زوال کی حسرتناک داستان آج مسلمانوں کو خون کے آنسو رلا رہی ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ میری اس تقریر سے آپ اس فرق پر متنبہ ہو جائیں گے جو قرآن و سنت اور فقہائے کرام نے ایک کافر محارب اور کافر مسالم کی حیثیات میں ملحوظ رکھا ہے

اور بعض مفسرین سلف کے اُس قول کی طرف بھی توجہ کریں گے جس میں اُنہوں نے لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ کا مصداق اُن کفار کو ٹھیرایا ہے جن سے مسلمانوں نے مصالحت کر لی ہو۔

اب میں یہ دعا کرتا ہوا آپ سے رخصت ہوتا ہوں رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ۔ اٰمین یا ربّ العالمین ۵

کتبہ

شبیر احمد عثمانی دیوبندی عفا اللہ عنہ

۹ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

طوفان مصائب

برادران اسلام! آج مسلمانوں کی مذہبی اور قومی عظمت کا جہاز مصیبتوں کے جس تباہ کُن طوفان میں گھرا ہوا ہے وہ بچے بچے پر روشن ہے۔ دشمنوں کی توپیں اسلامی دار الخلافہ کی طرف منہ کئے کھڑی ہیں۔ اُنکے ہوائی جہاز اسلامی شہروں میں مسلمانوں پر بم گرا رہے ہیں۔ یورپ کے مسیحی بھیڑئے توحید کے فرزندوں پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ انسانی ہمدردی اور تہذیب کا ریاکارانہ لباس پہنکر اسلام اور مسلمانوں کی بیخکنی کرنے پر تُلے ہوئے ہیں جس جُرم کی ابتدا عیسائیوں نے کی اور ہر طرح سے اتحادیوں کو جانی و مالی نقصان پہنچایا وہ تو مسیحی رحم کے مستحق ٹھیرے۔ اُن کا دار السلطنت غیروں کے نامبارک قدموں سے پامال نہیں ہوا۔ اُنکے غیر مفتوحہ علاقے دبوچے نہیں گئے۔ اُنپر کسی غیر طاقت کی حکمبرداری کا تازیانہ نہیں پڑا۔ قیصر جیسے (بقول اتحادیان) خونی اور انسانی تہذیب کے دشمن کی ہالینڈ جیسی چھوٹی سی بستی تو حفاظت کر سکی۔ اور باوجود سینکڑوں الزاموں کے اُسیر

مقدمہ چلانے کے منصوبے اور ارمان پورے نہیں ہوتے اور انکی حوالگی کے مطالبے کو اہل ہالینڈ نے نہایت بے پروائی سے ٹھکرا دیا مگر آل عثمان کے سب سے بڑے تاجدار خلیفۃ المسلمین کو تمام دنیا کے چالیس کروڑ مسلمانوں کی چیخ پکار آزاد نہ رکھ سکی۔ انکے دار الخلافہ میں اجنبی طاقتیں حاکمانہ اقتدار رکھتی ہیں ان کے غیر مفتوحہ علاقے دشمنوں کے قبضے میں دیدیے گئے۔ انکے صدیوں کے مقبوضہ خالص اسلامی ممالک پر عیسائیوں کی علمبرداری قائم کردی گئی (جو ان علاقوں کو ہضم کرجانے کی پہلی سیڑھی ہے) خالص ترکی علاقوں کے متعلق صاف صریح وعدے کرکے انکی خلاف ورزی کیگئی۔ یہ کیوں؟ صرف اسلئے کہ خود قیصر اور انکے حامی عیسائی تھے اور سلطان معظم اور انکے حامی تثلیث کے مخالف اور توحید کے فرزند تھے۔

مسلمانو! اگر اب بھی تمہاری آنکھیں نہ کھلیں اور اس غضب کی متعصبانہ زیادتیوں کی بجلیاں بھی تمہارے دل کو نہ دھڑکائیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ دنیا میں تمہارا ٹھکانا نہیں رہا۔ اور تمہاری اسلامی غیرت مذہبی حمیت بھی یوروپ کی کسی بے غیرتی کے اوپر بھینٹ چڑھ گئی فانا للہ وانا الیہ راجعون

اس وقت اسلام کی عزت کا مدار عالم اسباب میں فرزندان توحید کی جد وجہد پر ہے۔ اگر تم کو اسلام کا نام لیوا ہونے پر فخر ہے۔ اگر تم کو اپنے بزرگ اور محترم اسلاف کی عزت کا پاس ہے۔ اگر تم کو خدائے قدوس کی شان بے نیازی پر ایمان ہے۔ اگر قیامت کے ہولناک دن میں خدا تعالیٰ کے روبرو پیش ہونے کا یقین ہے۔ تو اٹھو اور اسکے پاک مذہب کی عزت۔ اس کے پیارے نبی کے روضۂ اطہر کی حرمت۔ خلیفۂ اسلام کی صدیوں کی عظمت وشوکت کی حفاظت کے لئے تیار ہو جاؤ

یاد رکھو دنیا کی زندگی ایک عارضی زندگی ہے۔ اصل زندگی عالم آخرت کی زندگی ہے اس کے لئے سامان تیار کرو۔ اسلام کی مدد عالم آخرت کا اصلی توشہ ہے اپنے اور خدا کے دشمنوں کو دشمن سمجھو۔ ان سے دوستی اور محبت تو کجا اپنے ساتھ انصاف کی توقع بھی نہ رکھو۔ یہ تمہارے ساتھ ایک چھٹانک انصاف بھی جب کریں گے کہ انہیں اپنا سیر بھر فائدہ دکھ لیں۔ عدالتوں کی کارروائیاں اور سرکاری آمدنی ریلوں میں ہندوستانیوں کی بری گت اور انگریزوں کے بیش قرار مالی فائدے۔ محکمۂ ڈاک کی سالانہ بچت۔ تجارت سے کروروں روپیہ سالانہ کی کھسوٹ۔ یہ تمام چیزیں اس بات پر گواہ ہیں۔

پس ملک کی متفقہ آواز کو لبیک کہو جمعیۃ علمائے ہند کے قیام کو مژدۂ حیات سمجھو۔ وارثان نبوت کی متفقہ ندائے حق کان لگاکر سنو اور خدا تعالیٰ کے وعدۂ صادقہ ان تنصروا اللہ ینصرکم کو حرز

یُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ پر سچے دل سے یقین و ایمان رکھتے ہوئے اُنکی مدد کو تیار ہو جاؤ۔ والسّلام

خاکسار محمد کفایت اللہ غفرلہٗ

مصیبت کی اس اندھیری رات میں مسلمانوں کی مذہبی رہنمائی کی سچی مشعلیں کتابوں اور رسالوں کی صورت میں تیار ہیں، جن کی مقدار کثیر بلا قیمت شائع کی گئی۔ اور اب خفیف سی قیمت اس لئے رکھدی گئی ہے تاکہ اُس کے مصارف کے بارے کسی قدر سبکدوشی ہو۔ جو صاحب تبلیغ کا ثواب حاصل کرنا چاہیں وہ ان کتابوں کو خرید کر مفت تقسیم کریں جسقدر زیادہ اشاعت ہوگی اُسی قدر فائدہ ہوگا۔

ایک روپیہ سے کم کا ویلو طلب نہ کریں بلکہ جو چیز مطلوب ہو اُس کی قیمت کے ٹکٹ بھیجدیں۔

متفقہ فتویٰ: طبع دوم جسپر چار سو پچیس علماءِ کرام کے دستخط ہیں ۳؍

خطبہ صدارت حضرت شیخ الہند قدس سرہ جو جمعیۃ علمائے ہند دہلی کے اجلاس میں پڑھا گیا۔ ۳؍

ترکِ موالات پر زبردست تقریر:۔ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی کا فاضلانہ مضمون۔ ۳؍

خطبہ صدارت حضرت شیخ الہند جو جلسہ افتتاح مسلم نیشنل یونیورسٹی علیگڈھ میں پڑھا گیا ۱؍

نالۂ مسلم۔ ایک خان بہادر کے رسالہ فریادِ امت کا معقول اور مدلل جواب ۲؍

ملنے کا پتہ:۔ ناظم جمعیۃ علمائے ہند۔ گلی قاسمجان دہلی